ہاجرہ مسرور کے افسانوں کی فکری جہات

خالد جاوید*

ڈاکٹر انوار احمد**

ڈاکٹر قاضی عابد***

Abstract:

The article argues the contributions of Hajra Masroor's short stories in Urdu fiction. Hajra Masroor is, undoubtedly, one of the top ranking Urdu short story writers. Starting her literary career alongwith her elder sister,Khadija Mastoor. Hajra's insight into middle and lower middle class life and life in the feudal rural areas has produced some great, touching Urdu short stories.In spite of her passion for detail most of her work is enjoyable reading and thought provoking.

ترقی پسند افسانہ نگاروں نے اردو افسانے کو ماورائی قصّے کہانیوں،طلسماتی فضا،آرائشی محفلوں کی روایتی قدروں اور رومانوی داستانوں سے نکال کر حقیقت کی دنیا کی سیر کرائی اور زندگی کی پیچیدگیوں ،الجھنوں، مسائل،انسانی رشتوں اور رویّوں نیز دیگر مذہبی،معاشی،اقتصادی،معاشرتی اور سیاسی پہلوؤں کے حوالے سے نئے نئے موضوعات سے روشناس کرایا اور افسانے کو زندگی کے قریب تر کر دیا اور افسانے میں تخیّل اور رنگ آمیزی کے اثر

* پی ایچ ڈی، ریسرچ سکالر، شعبہ اردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

** سابق پروفیسر (ایمی نینٹ) شعبہ اردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

*** شعبہ اردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

کومحدود کرتے ہوئے افسانوی کرداروں کے ذریعے چلتی پھرتی زندگی کا عکس پیش کیا۔ان افسانہ نگاروں نے فکری اورفنّی سطح پر نہ صرف اپنا کردار ادا کیا بلکہ اسے بامِ عروج تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ان کی فکری جدوجہد کی بدولت افسانہ صرف نصف صدی کے مختصر عرصے میں اردو ادب میں دیگر اصنافِ ادب سے آگے نکل گیا۔اس کی وجہ افسانے کی عملی زندگی سے جڑت اور موجودہ وسائل ومسائلِ زندگی کا اس میں تذکرہ اسے حقیقی زندگی کے قریب لے آیا۔

حجاب امتیازعلی،ڈاکٹر رشید جہاں،عصمت چغتائی،قرۃ العین حیدر،صدیقہ بیگم سیوہاروی،بانو قدسیہ، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور،جیلانی بانو، واجدہ تبسم ،جمیلہ ہاشمی اور ممتازشیریں جیسی خواتین افسانہ نگاروں نے مردافسانہ نگاروں کے شانہ بشانہ افسانے کی تخلیق میں اپنا کردار ادا کیا اور خانگی زندگی کے مسائل اور الجھنوں کے علاوہ نچلے اور متوسّط طبقے کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے متنوّع کرداروں کے ذریعے زندگی کے نشیب وفراز کی کہانی بیان کی۔مزدوروں،کسانوں،کاریگروں اور پسے ہوئے طبقے کے حقوق افسانے کا موضوع بنے۔معاشرتی مساوات کے ساتھ ساتھ عورت کے مقام ومرتبے،خاندان اور معاشرے میں اس کی حیثیت اور اہمیّت کے حوالے سے افسانے تخلیق کیے گئے حتیٰ کہ جنسی موضوعات بھی افسانوی ادب میں دکھائی دینے لگے۔اس طرح افسانے کے موضوعات میں زندہ کرداروں کی بدولت لمحہ موجود کی سرگزشت سنائی دینے لگی۔

ہاجرہ مسرور(۱۷جنوری۱۹۲۹ء۔۱۵ستمبر۲۰۱۲ء) کا موضوع ابتدا ہی سے حقیقی زندگی رہا جس کا ثبوت ان کا سب سے پہلا افسانہ 'لاوارث لاش' ہے جو بچوں کے کسی رسالے میں ہ۔م کے نام سے ۱۹۴۱ء میں چھپا۔یہ افسانہ ایک فقیر سے متعلق تھا جس نے اپنی زندگی سڑک پر گزار دی اور سڑک پر ہی مر گیا(۱) صرف بارہ سال کی عمر میں ننھے ذہن نے فقیر کی غربت اور اس کی ناآسودگی کو شدّت سے محسوس کیا اور اسے افسانے کی شکل دی۔ہاجرہ مسرور نے موضوعات عام زندگی سے لئے ہیں۔متوسّط اور نچلے طبقے کی نفسیاتی الجھنوں اور مسائل کو مشاہدے کی گہرائی اور بے باکی سے طنزیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ''چرکے'' ۱۹۴۴ء میں چھپا۔اس مجموعے کے سب افسانوں کے موضوعات اور کہانیاں حقیقی زندگی کی غمازی کرتے عنوانات اور موضوعات('ملمع'،'موہنی'،'سہارا'،'اندھیرے میں' ، 'کدھر'،'عورت'،'بھنورا'،'تھپڑ'، 'معصوم محبت'، 'ڈھونگ' ، 'خاک'،'بچپن اور جوانی' اور 'چاند') لیے ہوئے ہیں جو ہاجرہ مسرور کی عملی زندگی سے وابستگی کا پتہ دیتے ہیں۔گویا ان کے فن اور فکر کی اٹھان ہی موجودہ زندگی سے ہوئی۔ان کے افسانوی مجموعے ''چرکے'' پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر سید وقار عظیم رقمطراز ہیں۔

''فنّی اعتبار سے ان کہانیوں کی حیثیت کچّی اور نارس کلیوں کی سی ہے جو جاذبِ نظر ہونے کے باوجود، اپنی شگفتگی، شادابی اور عطر بیزی کو کسی راز کی طرح سینے میں چھپائے صحیح وقت کی منتظر رہتی ہیں۔ ہاجرہ مسرور میں اچھی افسانہ نگار بننے کی ساری صلاحیتیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وقت ان صلاحیتوں کو ابھارے گا، ان میں جلا دے گا اور افسانہ نگار کی شاعرانہ فطرت افسانے میں اپنے لئے ایک لطیف انداز پیدا کرے گی۔''(۲)

ہاجرہ مسرور نے پسماندہ طبقے کی محرومیوں ،غربت ،بھوک ،افلاس،نفسیاتی الجھنوں اور سماجی وجنسی رویّوں کو قریب سے دیکھا اور سماج کے نچلے طبقے کی زندگی کو اپنا موضوع بنایا۔افسانہ 'کتّے' بھوک،غربت وافلاس اور جنسی بھوک کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔افسانہ 'کوٹھی،کوٹھڑی' اور 'ایک کہانی بڑی پرانی' عورت کی بے بسی، مجبوری، غربت اور امارت کے فرق کا خوبصورت اور کامیاب عکاس ہے۔تہذیبی اقدار، روایات، رکھ رکھاؤ اور خاندانی وضعداری کے خاتمے اور اس کی جگہ کمرشلزم کے آجانے کی صورتِ حال کا کامیاب اظہار افسانہ 'مول تول' اور 'اسٹینڈرڈ' میں ہوتا ہے۔

'راجہ ہل' ایک شاہکار افسانے کا درجہ رکھتا ہے جسے ہاجرہ مسرور نے اپنے تخلیقی شعور کی بدولت پاکستانی افسر شاہی کے مکروفریب اور پنجاب کی دیہی معاشرت کے پس منظر میں اعلیٰ تخلیقی نمونہ بنا دیا ہے۔ یہ افسانہ کسان طبقے کی بے بسی اور کم فہمی کی کہانی ہے جو جاگیردار، کاشتکار، سرمایہ دار طبقے اور افسر شاہی کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ خاندانی جھگڑوں اور سماجی رشتوں میں نفسانفسی کی بہترین تصویریں ہمیں ان کے افسانوں 'صندوقچہ' اور 'آپ ہی کی دنیا کا ذکر ہے' میں ملتی ہیں۔افسانہ 'تل اوٹ پہاڑ' میں انہوں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ گھر میں موجود بڑوں، خاص طور پر والدین کی حرکات وسکنات کا بچوں پر خاص اثر پڑتا ہے اس لیے انہیں محتاط روّیہ اختیار کرنا چاہیے۔'چاند کے دوسری طرف' بے جوڑ شادیوں، رشتہ داروں کے رویّوں، لڑکی اور لڑکے کی رضامندی کی پروا نہ کرنا، والدین کے رویّوں اور احساسات، ان کی جہالت، غم وغصہ، کم فہمی اور جھنجھلاہٹ کا آئینہ دار ہے۔کاروباری حضرات کی ظاہری شان وشوکت، تصنّع وبناوٹ، دکھاوا، لاقانونیت اور اخلاقی گراوٹ کو انہوں نے افسانہ 'اسٹینڈرڈ' میں بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔'چراغ کی لو' طبقاتی کشمکش، معاشی بدحالی، کسمپرسی اور ناداری و غربت کی عمدہ مثال ہے۔وہ لکھتی ہیں۔

''روٹیوں کو ترستی، کپڑے کو بلکتی اور حکیم کا نسخہ پینے کو سسکتی ہوئی اچھن کی ماں ایک دم پچیس روپے کا کفن پہن کر زمین میں جا چھپی۔''(۳)

سرمایہ دار اور جاگیردار طبقے کی مکّاریوں، چالبازیوں اور ذہنی تعصّب کا شکار یوں تو نچلے طبقے کے تمام افراد ہوتے ہیں مگر عورت کو ان کے ظلم وستم کا خاص طور پر سامنا کرنا پڑتا ہے۔عورت کی نہ صرف خوشیاں اور غم بلکہ پوری زندگی کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔اس موضوع پر کامیاب افسانے 'کنیز'، 'اندھیرے اجالے' اور 'بھاگ بھری' مثال کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں اور کبھی کبھی عورت ہی عورت پر ظلم روا رکھتی ہے۔جاگیردار ملک جی کے 'بھاگ بھری' کو اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنانے پر جب اس کی ماں جاگیردارنی سے احتجاج کرتی ہے تو اس پر وہ سارا الزام 'بھاگ بھری' پر دھرتی ہے اور ماں کے زیادہ واویلا کرنے پر ملکانی اس پر بھی بدکردار ہونے کا الزام عائد کرتی ہے۔

> ''تیری لڑکی خود مستانی ہوئی ہے۔تو لیہ رکھ کر وہاں رکی کیوں؟ مرد ہے کیا کرے۔۔۔
> بڑی بیٹی کی عزت کی دہائی دینے والی آئی۔وہ دن بھول گئی جب تیرا خاوند کھیتوں
> پر ہوتا تھا اور تو ملک جی کی بیٹھک میں ہوتی۔''(۴)

ہاجرہ مسرور کے افسانوں میں کہیں کہیں جنسی پس منظر میں مرد کی ہوس ناکی اور عورت کی مظلومیت کی داستان بھی سنائی دیتی ہے اس کی مثالیں 'دلال'، 'راکھ'، 'تِل اوٹ پہاڑ' اور 'کمینی' دی جاسکتی ہیں۔افسانہ 'بندر کا گھاؤ' معاشرتی جبر کا عکاس قرار دیا جاسکتا ہے جس میں ایک لڑکی کے فطری جذبات اور احساسات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ لڑکوں کی لڑکیوں پر فوقیت سے معاشرے کی ذہنی پستی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔جب ایک ماں اپنی لڑکی کو 'رنڈی' اور بھائی اپنی چھوٹی بہن کو 'بدمعاش' کہنے پر بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔لڑکے کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوتی ہے جبکہ لڑکی پر تمام پابندیاں عائد ہوتی ہیں اور لڑکی کو نا کردہ گناہ کی سزا بھگتنی پڑتی ہے تو اسے گھر والے بھی بندروں کے خوخیانے کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔

> ''اس کے کانوں میں گھر والوں کے بڑبڑانے اور بندروں کے خوخیانے کی آوازیں
> لوہے کی گرم گرم سلاخوں کی مانند اترتی معلوم ہو رہی تھیں ''بندر اور گھر والے کتنے ہم
> آہنگ ہیں۔''

(بندر کا گھاؤ [ہائے اللہ]، ص۴۲، ۴۳)

ہاجرہ مسرور کے افسانوں کے موضوعات متنوّع ہیں اور معاشرے میں بسنے والے افراد کے غم، دکھ سکھ، خوشیاں راحتیں، بغض، حسد، کینہ، لالچ، مکاری، دھوکہ، فریب، حرص اور ہوس غرض متعدد پہلوؤں کی غمازی کرتے ہیں۔ وہ سماج کے چہرے سے مکروہ نقاب اتارنے میں کوشاں دکھائی دیتی ہیں۔ان کے افسانوں میں انفرادی مسائل کی بجائے اجتماعی مسائل کی داستانیں ملتی ہیں اور سماجی رویّوں کے خلاف احتجاجی جذبہ بھی موجود

ہے جس کی قابلِ ذکر مثالیں ان کے افسانے 'بھالو'، 'بے کار'، 'کاروبار'، 'ایک بچی' اور 'سرگوشیاں' ہیں۔ افسانہ 'بھالو'، 'ننھے میاں' اور 'ہائے اللہ' نفسیاتی اعتبار سے منفرد پہلو لئے ہوئے ہیں۔ افسانہ 'کنیز' ان کی اپنی تخلیق سے مکمل علیحدگی اور معروضیت کی عمدہ مثال ہے۔ ویسے خود کو اپنی تحریر سے الگ رکھنا اور معروضیت قائم کرنا آسان نہیں یہی وصف ان کو دیگر خواتین افسانہ نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔

شوہر اور بیوی کے تعلقات میں اپنائیت، قرب اور کشش کے باوجود ایک غیریت، بیزاری، رنجش، اکتاہٹ، تناؤ اور چھوٹے چھوٹے جلاپوں کو ہاجرہ نے 'آپ ہی کی دنیا کا ذکر ہے' میں بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ افسانہ 'پرانا مسیح' میں سرمایہ دارانہ نظام کے ماخذوں کو کیمونسٹ فوبیا میں مبتلا دکھایا گیا ہے اور 'سندباد جہازی کا نیا سفر' میں قیامِ پاکستان کے بعد مقتدر سیاسی قوتوں کی جانب سے ترقی پسند عناصر کے لئے مخاصمانہ رویہ عیاں ہوتا ہے۔ افسانہ 'امّتِ مرحوم' مہاجروں کے ساتھ اربابِ اختیار کے ناروا سلوک کی عمدہ مثال ہے جو قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ہجرت کر کے پاکستان آئے۔

معاشرتی زندگی میں طے پا جانے والے انسانی روابط اور مسائل میں لطافت آمیز نسائیت کا اظہار 'عذاب'، 'فضل دین'، 'کاروبار'، 'سندباد جہازی کا سفر' اور 'بے چاری' جیسے افسانوں میں ہوتا ہے۔ شوہر اور بیوی کے تعلقات کے علاوہ دیگر انسانی رشتے جیسے پرانی اور نئی نسل کا رشتہ اور ان کی مختلف نوعیتیں، آپس میں گہری محبت رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کو نہیں سمجھتے اس ضمن میں 'نئے پرانے' اور 'ہائے اللہ' قابلِ ذکر افسانے ہیں جن میں نئی اور پرانی قدروں کو مختلف کرداروں کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ 'گائے' ایک علامتی افسانہ ہے جس میں متوسط اور نچلے طبقے میں بے پردگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ افسانہ 'عاقبت' عورت کی جذباتی اور نفسیاتی کہانی ہے۔ مہ پارہ جان (بیوی) عمر کے آخری حصے میں اپنے جاگیردار شوہر کے ہاتھوں اپنی بے قدری و بے وقعتی پر جاگیردار کے اس ایک جملے کی تاب نہ لاسکی اور حرکتِ قلب بند ہونے سے چل بسی۔

> ''میرا کفن جمیل سے منگوانا۔ اپنے پیسے سے خریدا مجھے نہ دینا میری عاقبت خراب نہ ہو مہ پارہ جان۔۔۔ مہ پارہ جا۔۔۔ آن''(۵)

'تیسری منزل' افسانے کو ۱۹۶۱ء کے بہترین افسانے کا ایوارڈ ملا۔ اس افسانے میں ہاجرہ مسرور نے کراچی کی شہری زندگی خاص طور پر منزلوں اور فلیٹوں کا ذکر منفرد انداز میں کرتے ہوئے زندگی کا نقشہ ادبی خلوص اور صداقت سے کھینچا ہے۔ اس کے علاوہ اس افسانے میں سماجی برائیوں میں پھنسی ہوئی لڑکی کے داخلی جذبات واحساسات بھی سامنے آتے ہیں جو سماج سے مختلف انداز میں نبرد آزما ہے۔ بقول ممتاز شیریں:

''تیسری منزل'' میں کراچی کی منزلوں اور فلیٹوں کی زندگی کا وہ نقش کھینچا ہے کہ بے اختیاران کے تیز مشاہدے کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ تیز مشاہدہ، معروضیت، بے رحم صداقت، بے باکی اور جرات ہاجرہ مسرور کی افسانہ نگاری کی خاص خوبیاں ہیں۔''(۶)

ہاجرہ مسرور کے متنوع موضوعات کو ایک عنوان کے تحت سمیٹا جا سکتا ہے یعنی ''انسانی رشتے اور ذاتی تعلقات'' یہ انسانی رشتے بجائے خود پنہائیوں کے حامل ہیں۔ انہوں نے افسانے میں معاشرے کے ہر پہلو کو اپنی تخلیق کا موضوع بنایا مگر سماجی ناانصافیوں میں گھری ہوئی عورت کا ذکر ان کے ہاں کثرت سے ملتا ہے۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے عورت کے دل میں جنم لینے والے ان جذبات کو موضوع بنایا ہے جن کا اظہار کہیں تو اس (عورت) کو خوشیوں سے ہمکنار کر دیتا ہے یا پھر لعن طعن کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار دیتا ہے۔ کبھی کبھی یہ جذبے عورت کو بیزار بھی کر دیتے ہیں اور وہ سماجی پابندیوں اور گھریلو رشتوں سے منہ موڑ کر اپنا راستہ آپ بنا لیتی ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ کہیں بھی عورت کی معصومیت اور نسوانیت متاثر نہیں ہوتی۔

اندازِ بیان میں طنز، تیزی اور شوخی کے باوجود اسلوب میں سادگی، سلاست اور روانی جیسے عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ کہانی مرحلہ وار آگے بڑھتی ہوئی قاری کو ابتدا سے آخر تک متجسّس رکھتی ہے اور افسانے میں دلچسپی برقرار رہتی ہے اس طرح قاری کو بوریت یا اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی یہ سب جزئیاتِ افسانہ کے باہم منسلک اور مربوط ہونے کی بدولت ہی ممکن ہے۔ کہانی کی بُنت، آسان جملہ سازی اور کرداروں کے جاندار مکالمے افسانے کے فنّی لوازمات پر پورا اترتے ہوئے قاری کو جگہ جگہ دعوتِ فکر دیتے دکھائی دیتے ہیں اور قاری کو زندگی کے مسائل و مصائب کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سمجھنے اور سلجھانے کی طرف راغب کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ بھالو ('بھالو'، افسانہ)، حکیم رحمت اللہ ('نئے اور پرانے')، کنیز ('کنیز'، افسانہ)، ننھی ('اندھیرے اجالے')، ڈورتھی پریرا ('تیسری منزل')، بھاگ بھری ('بھاگ بھری'، افسانہ)، شہنی ('امتّ مرحوم') اور زرینہ ('تِل اوٹ پہاڑ') جیسے کردار نمائندہ قرار دیے جا سکتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کو اپنے اسلوب کے حوالے بتاتے ہوئے لکھتی ہیں۔

''میں کوشش کرتی ہوں کہ اپنے افسانوں میں صاف، سادی اور عام فہم زبان استعمال کروں جس اچھائی یا برائی کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا ہے اُسے اچھی طرح واضح کر سکوں اور نتائج سے قاری کے ذہن کو بھٹکنے نہ دوں۔ غرض میں چاہتی تو یہی ہوں کہ میرا افسانہ پڑھتے ہوئے انسان کبھی مُسکرا بھی سکے، کبھی ایک ٹھنڈی آہ بھی بھر سکے اور کچھ سوچنے پر بھی مجبور ہو جائے۔''(۷)

ہاجرہ مسرور کو زبان و بیان پر مکمل عبور حاصل ہے۔ وہ تصنع اور بناوٹ سے دامن بچاتے ہوئے جامع اور

مختصر بیان میں سارا منظر آنکھوں کے سامنے لے آتی ہیں یہی اختصار اور بلاغت ان کے افسانوں میں جان ڈال دیتی ہیں۔فنّی سنجیدگی اور سلجھاؤ متوازی سطحیت کے ساتھ تمام افسانوں میں موجود ہے۔ان کے افسانے پڑھ کر کہیں بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں، ادا نہیں کر پا رہیں۔معمولی سے معمولی افسانہ بھی زبان کی تازگی، منفرد طرزِ نگارش کی بدولت دلچسپ ہو جاتا ہے۔

''بہو ایک پوتی جن کر مرگئی۔ بیٹے کے جسم میں بنیے کا سود گھن بن کر لگ گیا۔کھیت بنیے کا ہو گیا۔بیل بنیے کے ہو گئے اور آخر اس کا بیٹا بھی زمین کی ہائے میں دق کرا کے مر گیا۔دو گز زمین کا مالک بن گیا۔''(۸)

ہاجرہ مسرور کا شمار اردو کے ان افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے اردو فکشن کو زبان و بیان اور موضوعات کے لحاظ سے نئے امکانات اور وسعتوں سے متعارف کرایا۔انہوں نے مغربی تقلید سے دامن بچاتے ہوئے مشرقیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔اپنی علمیت اور فلسفے کا رُعب نہیں جھاڑا۔فنّی اور فکری سطح پر اپنا معیار قائم رکھتے ہوئے انسانی رشتوں کے مابین اپنے افسانوں کے پلاٹ تلاش کیے اور سیدھے سادے انداز میں عورت کے تجربات و محسوسات، سماجی مسائل اور نچلے طبقے کے جانے پہچانے کرداروں کے ذریعے ڈھلی ہوئی زبان میں افسانے لکھے۔مشاہدے کی گہرائی و گیرائی، عمیق نظری اور ژرف نگاہی سے تلخ معاشرتی حقیقتوں کو عیاں کیا اور معاشرتی پیچیدہ گتھیوں کو اپنے منفرد انداز میں پیش کیا۔بقول پطرس بخاری:

''ایسے جال ہاجرہ بہت ہی پھرتی اور بے تکلفی سے بن لیتی ہیں۔تار تار کر کے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کتنی گتھیاں تھیں اس جال میں۔نہ معلوم ہاجرہ نے بننے سے پہلے انہیں اپنے دماغ میں کیوں کر سلجھایا ہوگا اور دھاگوں کے سب پیچ کیوں کر یاد رہے ہوں گے اس سلیقے کی اصلی قدر کوئی مشاق افسانہ نگار ہی کر سکتا ہے کہ یہ کام کتنا مشکل ہے اور ہاجرہ نے اپنے تخلیقی جذبے کی بدولت اسے اپنے لئے کتنا سہل بنا لیا ہے۔''(۹)

ہاجرہ مسرور کے افسانوں میں شعور کی پختگی، تجربے کی وسعت، قلم کی بے باکی و بے ساختگی، بے رحم صداقت، عمیق نظری اور مشاہدے کی گہرائی کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ان کے افسانوں کے پلاٹ پیچیدہ، دلچسپ اور منظّم ہیں۔ان کے افسانوں کا ابتدائیہ خوبصورت جزئیات نگاری کے سبب خاموشی سے رفتہ رفتہ سارے منظر نامے تک پھیل جاتا ہے اور اختتامیہ یک لخت سکڑ کر ایک نئی ہیئت اختیار کر کے چونکا دیتا ہے۔ہاجرہ مسرور اپنی کہانی کا مخصوص ماحول اتنی مہارت سے بنتی ہیں کہ وقوعہ اس ماحول میں عین فطری طور پر آپ ہی آپ جنم لیتا ہے اور پھلنے پھولنے لگتا ہے۔اس سے ان کے فکری اور فنی اظہار میں بالیدگی، رچاؤ اور کثیر الجہتی کا اظہار ہوتا ہے۔ان کی

کہانیوں کے واقعات اور کردار مانوس فضا کی پیداوار محسوس ہوتے ہیں اس حوالے سے سیّد مظہر جمیل رقمطراز ہیں:۔

''ہاجرہ شروع ہی سے ایک مانوس دنیا کی کہانی کار رہی ہیں جہاں کی فضائیں، کردار مسائل، ماحول، موسم سبھی جانے پہچانے معلوم ہوتے ہیں۔اُن کی کہانیوں میں واقعاتی تناؤ اور ''کہانی پن'' روزمرہ کے بہاؤ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔چنانچہ معروضیت سے ان کی وابستگی نہ تو اوپر سے اوڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نہ نام نہاد سیاسی وسماجی مصلحت کوشی کا ثمر۔وہ تو بس انسانی رشتوں کی کہانی بیان کرتی ہیں۔جس میں آس پاس رہنے بسنے والوں کے دکھ درد اور افتاد کی سرگزشت ہے۔''(۱۰)

انسانی سوچ کے لامحدود ہونے کی وجہ سے خیالات کے اظہار کے لئے الفاظ کا ذخیرہ بعض دفعہ کم پڑ جاتا ہے اور کہنے کی باتیں ان گنت ہوتی ہیں اس لئے ادیبوں کو اشاروں، کنایوں، تشبیہات اور استعاروں کو استعمال میں لانا پڑتا ہے جس سے ان کی وسعتِ قلب ونظر، ژرف نگاہی اور فکری پختگی کا پتہ چلتا ہے۔ہاجرہ مسرور کے افسانوں میں تشبیہات اور استعاروں کا ایک جہاں، قاری کے لئے دعوتِ فکر کا سامان لئے آباد ہے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

''زمین خریدنے کا شوق ٹھیک سہی پر تھل میں زمین خریدنا، بانجھ عورت سے وارث کی امید لگانا نہیں تو اور کیا ہے۔''(۱۱)

''دیکھو بھئی سند باد میرا نام ہے سرمایہ داری، تم نے شہنشائیت کا نام تو سنا ہی ہوگا۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ میں انہی کی ناجائز اولاد ہوں۔بعض کہتے ہیں کہ ان کی گود لی ہوئی ہوں۔''

(سند باد جہازی کا نیا سفر [اندھیرے اجالے]،ص۱۰۲)

''لگاوٹ بھی کہیں چھپتی ہے؟ جامن چاہے کہیں بھی چھپا کر کھائی جائے کم بخت منہ کی اوداہٹ چغلی کھا جاتی ہے۔''

(چوری چھپے،ص۱۲۸)

''ایک لونڈیا کتیوں کی طرح سال پیچھے جننے بیٹھ جاتی ہے۔دوسری مستانی ہاتھی ہو رہی ہے۔کمائی کے نام دھیلا نہیں۔بھاگ بھاگ کر تبرک کی طرح بٹتی ہے۔''

(بھالو [تیسری منزل]،ص۲۲۱)

''گندی بوٹی کا گندہ شوربا''

(بھالو [تیسری منزل]،ص۱۷۴)

''کوئی کہاں تک روئے، دریاؤں تک کو نکاس کی راہ مل جائے تو اتر جاتے ہیں۔۔

۔۔ ۔۔۔۔کنیز غم کی ماری کٹھ پتلی کی طرح ادھر ہی لگ جاتی ،ایک ایک ستارہ یوں
احتیاط سے ٹانکتی جیسے اپنے کلیجے کے ناسور نمائش کے لئے رکھ رہی ہو۔''

(ایضاً،ص۱۹۲)

''آسمان پر نو تاریخ کا چاند تو بالغ کنواری کی طرح کچا کچا،لیکن مغرور سا نظر آ رہا تھا۔''

(امتِ مرحوم [اندھیرے اجالے]،ص۱٦٦)

''یہ کتنے مزے کی بات ہے کہ جن لڑکیوں کے لئے فساد ہوتے ہیں وہی چند روز بعد
ایسی فضول ہو جاتی ہیں جیسے نارنگی کا چھلکا۔''

(آپ ہی کی دنیا کا ذکر ہے کہ [چوری چھپے]،ص۴۸)

''شادی کے بعد ایک سال ایسا گزرا۔جیسے کوئی ننھی چڑیا چہکتے چہکتے ایک درخت سے
دوسرے پر جا بیٹھے۔۔۔''

(ایضاً،ص۵۴)

''جتنی لمبی عمر ہو،اتنی ہی لمبی الجھنیں۔سوئی میں لمبا تاگا ڈال کر سینے بیٹھو تو بار بار گتھیاں
پڑ جاتی ہیں۔۔۔''

(ایک بچی،[چوری چھپے]،ص۲۱)

''آپا کی آنکھیں کیا تھیں۔بس ڈگڈگی تھیں کہ سب بندر کی طرح اس کے گرد ناچتے۔''

(چوری چھپے،ص۱۳۳)

''تم تو ایسی ٹھنڈی نظر آ رہی ہو جیسے کسی بنگالی قحط زدہ کے گھر کا چولہا۔''

(سرگوشیاں [چوری چھپے]،ص۱۲۳)

ہاجرہ مسرور کے افسانوں میں عظیم اور متنوع خیالات کو فنی مہارت کے ساتھ پیش کرنے کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ ہاجرہ مسرور کے موضوعات حقیقی زندگی سے اخذ کیے گئے ہیں اور اپنے پورے تنوع کے ساتھ منفرد طرزِ نگارش،جداگانہ اسلوب اور قاری کیلئے سامانِ تفکر لئے افسانے کی دنیا میں ایک بلند ممتاز مقام پر فائز ہیں۔

حوالہ جات اور حواشی

۱۔ ''ہاجرہ مسرور''، ماہنامہ 'نقوش' لاہور، آپ بیتی نمبر (حصہ دوم)، شمارہ ۱۰۰، جون ۱۹۶۴ء، ص ۱۰۳۸

۲۔ وقار عظیم، ''نقد و نظر''، مشمولہ، پندرہ روزہ 'آج کل' دہلی، یکم جنوری ۱۹۴۵ء، ص ۵۱

۳۔ ہاجرہ مسرور، ''ہائے اللہ''، ('چراغ کی لو')، نیا ادارہ، لاہور، بارِ پنجم، ۱۹۶۸ء، ص ۱۱۵۔۱۱۶

۴۔ ہاجرہ مسرور ''تیسری منزل'' ('بھاگ بھری') گلڈ پبلشنگ ہاؤس، کراچی، لاہور، ڈھاکہ، بارِ اول جون ۱۹۶۱ء، ص ۳۳۳

۵۔ ہاجرہ مسرور، ''سب افسانے میرے''، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۵۱

۶۔ ممتاز شیریں، ''ہاجرہ مسرور کی تیسری منزل''، مشمولہ 'نیا دور' کراچی ۲۹۔۳۰، ص ۴۱۶، ۴۱۷

۷۔ قاسمی، احمد ندیم، ''نقوشِ لطیف'' (مرتبہ)، اثر، اساطیر، لاہور، جون ۱۹۸۹ء، ص ۴۰۷

۸۔ ہاجرہ مسرور ''چوری چھپے'' ('لاعلاج')، دی بک کارپوریشن، کراچی، س ن، ص ۱۵۱

۹۔ پطرس بخاری، ''چوری چھپے'' (دیباچہ)، دی بک کارپوریشن، کراچی، س ن

۱۰۔ مظہر جمیل، سیّد، ''آشوبِ سندھ اور اردو فکشن''، اکادمی بازیافت، کراچی جولائی ۲۰۰۲ء، ص ۲۲۶

۱۱۔ ہاجرہ مسرور ''اندھیرے اجالے''، ('راجہ ہل')، مکتبہ اردو، لاہور، اشاعتِ اول، ستمبر ۱۹۵۳ء، ص ۵۳

❁.....❁.....❁